لیا جائے گا۔ سوڈانی دستوں نے اریٹریا میں سرحد سے آگے بڑھ کر باغیوں کو حملہ کرنے سے پہلے ہی تتر بتر کر دیا۔ باغیوں کی طرف سے فتوحات کے دعووں کے باوجود وہ منتشر حالت میں شکست سے دوچار ہیں۔ اب یوگنڈا میں سوڈانی سرحد پر فوجی تیاریوں کی خبر ہے۔

یوگنڈا، اریٹریا، ایتھوپیا اور روانڈا چار ممالک کے سربراہ لندن میں جمع ہوئے اور ٹائمز کے نمایندے کے مطابق امریکہ کی پرجوش پشت پناہی اور برطانیہ کی خاموش حمایت سے ان چاروں ممالک نے اپنی اپنی سرحدوں پر دشمنوں کی مسلح صفائی کی پالیسی تشکیل دی۔ یوگنڈا امریکی آشیرباد سے سوڈان پر براہ راست فوجی حملے کے امکانات کا جائزہ لے رہا ہے۔

افسوسناک امر یہ ہے کہ صادق المہدی اور عثمان المرغانی دشمنوں کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں۔ حکومت سوڈان نے ان رہنماؤں کو جو آزادیاں دیں، انھوں نے انھیں مملکت سوڈان کے خلاف کارروائی میں استعمال کیا۔ دونوں خود بھی یقین رکھتے ہیں اور اپنے سرپرستوں کو بھی یقین دلا دیا ہے کہ اندرون ملک عوامی مزاحمت تیار ہے۔ انھوں نے سعودی اخبار الشرق الاوسط (۹ جنوری) کو بتایا کہ "ہم ۹۰ فی صد سوڈانیوں کی نمایندگی کرتے ہیں"۔ ان کا خیال تھا کہ سرحد پر حملہ ہو گا اور خرطوم میں عوام حکومت کے خلاف سڑکوں پر نکل آئیں گے لیکن عملاً یہ ہوا کہ عوام خرطوم میں ہی نہیں، پورے ملک میں سڑکوں پر نکل آئے۔ مگر یہ احتجاج تھا بیرونی حملے کے خلاف! لاکھوں نوجوان محاذ پر جانے کے لیے بے تاب تھے، بہت سے مجاہدین کو واپس کرنا پڑا۔

سوڈان کے دشمنوں کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ جنوب میں جان گارانگ کی بغاوت ہر طرح کی سرپرستی کے باوجود موثر ثابت نہیں ہوئی ہے۔ اریٹریا کے دارالحکومت اسمارا میں قائم نیشنل ڈیماکریٹک الائنس نے بھی کوئی قابل ذکر کارگزاری نہیں دکھائی ہے۔ سوڈان کو غیر مستحکم کرنے اور اس کی بنیاد پرست حکومت کے خاتمے کے لیے نئی حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی تھی۔ حالیہ حملہ اسی کے تحت تھا جسے سوڈانی حکومت اور عوام نے اللہ کی مدد اور اپنی متحدہ طاقت سے ناکام بنا دیا ہے لیکن سوڈانی عوام کے لیے آزمایش کے مرحلے ابھی باقی ہیں۔ اس لیے کہ دنیا کے ٹھیکیدار کسی مسلمان ملک کو آزادی سے اپنے نظریات کے مطابق تہذیب و تمدن کی تشکیل کا موقع دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ روشنی کی ہر کرن ان کی تاریکیوں کے لیے خطرہ ہے۔

مشرق وسطیٰ: بحران کا حل؟

کرنل (ر) غلام سرور

۱۵ جنوری ۱۹۹۷ کو یاسر عرفات اور نیتن یاہو کے درمیان جو سمجھوتہ طے پایا، اسے بڑے دور رس اثرات

کا حامل سمجھا جا رہا ہے۔ فلسطین کے صدر یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو کے درمیان اس سمجھوتے کو طے کرانے میں امریکہ کے خصوصی ایلچی' ڈینس راس نے مصالحتی کردار ادا کیا۔ اس سمجھوتے کی رو سے' اسرائیل اور فلسطین کے مابین' دریائے اردن کے مغربی کنارے کے قصبے الخلیل کا انتظامی کنٹرول فلسطین کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اور طے پایا ہے کہ اسرائیلی فوج' الخلیل کا ۸۰ فی صد علاقہ خالی کر دے گی۔ تاہم بقیہ ۲۰ فی صد علاقے پر اسرائیل کا کنٹرول بدستور برقرار رہے گا' تاکہ وہاں مقیم ۴۰۰ اسرائیلی آباد کاروں کو تحفظ فراہم کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی اتفاق ہو گیا ہے کہ اس سمجھوتے کے نتیجے میں مغربی کنارے سے اگست ۱۹۹۸ تک اسرائیلی فوج کا مکمل انخلا عمل میں آ جائے گا اور ساتھ ہی اسرائیل سمجھوتے کی توثیق کے چھ ہفتوں کے اندر اندر مغربی کنارے کا دیہی علاقہ بھی خالی کر دے گا۔ اس طرح اگست ۱۹۹۸ تک اسرائیلی فوج کا انخلا مکمل ہو جائے گا۔ تاہم اس سمجھوتے کا اطلاق' یہودی آبادیوں اور فوجی علاقوں پر نہیں ہو گا۔

حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ بیس ہزار عربوں کے درمیان صرف چار سو یہودی آباد کاروں کی حفاظت کی آڑ میں بیس فی صد علاقہ اسرائیلی فوج کو سونپ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس معاہدے میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تصادم کے ممکنہ خطرے کو مدنظر رکھتے ہوئے الخلیل کے حساس علاقوں میں اسرائیلی اور فلسطینی فوجیوں کی مشترکہ گشت کی بھی ضمانت دی گئی ہے۔

نیتن یاہو اور ان کی لیکوڈ پارٹی کا گذشتہ بیس سال سے یہ موقف رہا ہے کہ دریائے اردن پر اسرائیل کا ناقابل تقسیم اقتدار اعلیٰ قائم رہے گا اور پورے مغربی کنارے پر بلاشرکت غیرے' یہودیوں کے قبضہ کی ضمانت دی جائے گی۔ یہی وہ مطالبات تھے جنھوں نے نیتن یاہو کو اپنے عوام کی نظروں میں سربلند کیا ہوا تھا۔ حالیہ سمجھوتہ' بادی النظر میں اس کے سابقہ موقف کی نفی کرتا ہے۔ لہٰذا یہ فطری بات تھی کہ اسے اس سمجھوتے کے بعد تنقید کا نشانہ بنایا جاتا۔ چنانچہ وزیراعظم کی اپنی لیکوڈ پارٹی کے متعدد اراکین اس معاہدے کی مخالفت میں پیش پیش دکھائی دیے اور اسی اختلاف کی بنا پر اس کی کابینہ کے وزیر بینی بیگن نے فوری طور پر استعفیٰ بھی دے دیا۔ کابینہ کے اجلاس میں وزیراعظم کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ انھوں نے بعد میں اس معاہدے کی پارلیمنٹ سے منظوری حاصل کر لی۔ البتہ' پارلیمنٹ سے منظوری کے سلسلے میں نیتن یاہو کو خود اپنی جماعت کے ۴۹ اراکین کی حمایت حاصل کرنے میں خاصی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے برعکس' ان کی مخالف' لیبر پارٹی نے سمجھوتے کی حمایت کی' کیونکہ اس پارٹی کے موقف اور نیتن یاہو کی موجودہ سوچ میں کافی حد تک مماثلت اور ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ سمجھوتے کے خلاف' اسرائیلی عوام نے بھی زبردست احتجاج کیا۔ مختلف مظاہروں کے دوران' مقررین نے الخلیل پر اپنا "تاریخی حق" جتاتے ہوئے اسے فلسطینیوں کے سپرد کرنے کی مذمت کی۔ احتجاج کرنے والوں نے کتبے اٹھا رکھے تھے' جن پر جلی حروف میں درج تھا کہ "آج الخلیل کی سودے بازی ہوئی ہے۔ کل القدس کی باری آئے گی"۔

اور اب تصویر کا دوسرا رخ۔ مذکورہ سمجھوتے کی رو سے، الخلیل سے اسرائیل کی مکمل واپسی کی کوئی ضمانت نہیں دی گئی ہے اور صرف ۴۰۰ یہودی آباد کاروں کے لیے ہزاروں اسرائیلی افواج کی تعیناتی دراصل "امن" کے نام پر صیہونی "دخل عمل" کو جاری رکھنے کا دوسرا نام ہے۔

مذکورہ بالا منصوبے کی تفصیلات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اسرائیل فلسطین کو صرف "محدود" خود مختاری دینا چاہتا ہے اور بس۔ اس کے علاوہ وہ کسی قیمت پر بھی مقبوضہ علاقوں میں یہودی بستیاں ختم کرنے پر آمادہ نہیں۔ اسرائیل نے مقبوضہ فلسطین میں یہودیوں کی ۱۴۰ بستیاں بسا رکھی ہیں، ان بستیوں میں صرف مغربی کنارے پر تقریباً سوا لاکھ یہودی روس، پولینڈ، جرمنی اور آسٹریا سے لا کر بسائے گئے ہیں۔ اسرائیل، ان یہودی آباد کاروں کی حفاظت کے نام پر اپنی فوج کو نہتے فلسطینی عوام پر مسلط کرنے پر بضد ہے اور اس نے موجودہ معاہدے کی رو سے اپنی بات تسلیم بھی کرا لی ہے۔ ان آبادیوں کی توسیع بھی جاری رہے گی اور نئی بستیاں بھی تعمیر کی جائیں گی۔ نیتن یاہو نے ۲۲ جنوری کو ٹیلی وژن پر اعلان کیا کہ "ہم ان آبادیوں میں توسیع ماضی میں بھی کرتے رہے ہیں، اب بھی کر رہے ہیں، آیندہ بھی کریں گے"۔

اگرچہ اس سمجھوتے کے بعد اسرائیلی فوجوں نے الخلیل کے ۸۰ فی صد علاقے کا کنٹرول فلسطینی ارباب اختیار کے سپرد کر دیا ہے، تاہم اسرائیلی اور فلسطینی عوام میں مختلف مقامات پر اب بھی اکا دکا جھڑپوں کی اطلاعات مل رہی ہیں۔ حال ہی میں فلسطینی عوام، جب نماز جمعہ ادا کرنے "مسجد ابراہیم" کی جانب جا رہے تھے، تو اسرائیلی فوجوں نے انھیں یہودی علاقوں سے گزرنے سے منع کر دیا تھا، جس سے صورت حال خاصی کشیدہ ہو گئی تھی۔

حال ہی میں یاسر عرفات نے ایک استقبالیہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے یروشلم کو فلسطین اور اسرائیل کا مشترکہ دارالحکومت بنانے کی تجویز پیش کی ہے اور اپنے موقف کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ اگر روم، دو ملکوں کا پایہ تخت بن سکتا ہے تو پھر یروشلم کو یہ کردار ادا کرنے میں کیا دشواری پیش آ سکتی ہے۔ اسرائیل نے یاسر عرفات کی اس تجویز کو ناقابل عمل قرار دے کر رد کر دیا ہے۔ نیتن یاہو یروشلم کو یک طرفہ طور پر اسرائیل کی ملکیت میں رکھنے پر مصر ہیں۔

ادھر حماس اور انتفاضہ کی تحریکیں، یاسر عرفات کو اسرائیل کی ضرورت قرار دیتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یاسر عرفات، فلسطین میں اسرائیل کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ اگرچہ اوسلو معاہدے کے نتیجے میں ہزاروں مظلوم فلسطینیوں کی بے پایاں قربانیوں کے بعد الخلیل پر اسرائیل کا تسلط، جزوی طور پر ختم ہو گیا ہے لیکن پائیدار امن کی کوئی صورت ہنوز دکھائی نہیں دیتی۔ یہ صورت پیدا ہو بھی تو کیونکر کہ حقیقی امن تو انصاف سے وجود میں آتا ہے اور انصاف کا تقاضا ہے کہ فلسطینیوں کو ان کی سرزمین لوٹا دی جائے جس کے لیے اسرائیل کسی طور آمادہ نہیں۔ لہٰذا موجودہ سمجھوتے کے باوجود کشمکش جاری رہے گی۔